پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ پر الزامات

کیا سیدنا مروان رضی اللہ عنہ......سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے؟

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کہتے ہیں کہ:

مشہور روایات کے مطابق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مروان بن الحکم نے قتل کر دیا۔ (نیچے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ) ثقات میں اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل مروان ہی ہے حالانکہ وہ ان کی فوج میں شامل تھا۔ [خلافت وملوکیت ص ۱۳۰]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت تو جنگ جمل کے اختتام پر واقع ہوئی لیکن مودودی صاحب تو یہ فرماتے ہیں کہ مروان تو شروع سے ہی قتل کے ارادے کے ساتھ حضرت عائشہ کے لشکر میں شامل ہوئے تھے۔

''چنانچہ یہ قافلہ مکہ سے بصرے کی طرف روانہ ہوگیا۔ بنی امیہ میں سے سعید بن العاص اور مروان بن الحکم بھی ان کے ساتھ نکلے۔ مرالظہر ان (موجودہ وادی فاطمہ) پہنچ کر سعید بن العاص نے اپنے گروہ کے لوگوں سے کہا: اگر تم قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا چاہتے ہو تو ان لوگوں کو قتل کر دو جو تمہارے ساتھ اس لشکر میں موجود ہیں (ان کا اشارہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ بزرگوں کی طرف تھا)

مروان نے کہا کہ نہیں ہم ان کو (یعنی طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) ایک دوسرے سے لڑائیں گے، دونوں میں سے جس کی بھی شکست ہوگی وہ تو یوں ختم ہو جائے گا اور جو فتح یاب ہوگا وہ اتنا کمزور ہو جائے گا کہ ہم بآسانی اس سے نمٹ لیں گے۔ [حوالہ مذکور۔ ص: ۱۲۸]

حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری فرماتے ہیں کہ:

''اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سن کر مدینہ طیبہ کو لوٹ گئے۔ مروان نے پیچھے سے جا کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا اور زخمی کر دیا جس سے وہ شہید ہوئے۔ مروان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جاری رہے اور کوئی میدان سے نہ جائے۔ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ امام بخاری کے یہاں جرح وتوثیق میں قوت دلیل کا سوال نہیں بلکہ خود ان کے رجحان طبع پر فیصلہ ہے۔ قابل اعتماد سمجھ لیں تو مروان بن الحکم کو جس

کی پیشانی پر اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹیکہ لگا ہوا ہو اور جس کو سفاکِ امت کہنا بھی بے جا نہیں۔“

[انوار الباری شرح صحیح البخاری جلد:۱۶،ص:۳۳۷،۳۳۸]

مولانا سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں کہ:

”اور اس (مروان) کے نہایت بدبختانہ اعمال سے یہ بھی ہے کہ اس نے یوم جمل میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا، بخاری میں ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی حفاظت کرتے ہوئے اپنا ہاتھ بے کار کر دیا تھا۔علامہ کرمانی نے لکھا کہ جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے صرف طلحہ رضی اللہ عنہ رہ گئے تھے تو انھوں نے اپنے جسم مبارک پر ۸۰ سے زیادہ زخم کھا کر بھی حضور کو بچایا تھا اور اسی پر حضور علیہ السلام نے خوش ہو کر فرمایا تھا کہ طلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ایسے جنتی پر قاتلانہ حملہ کرنے کا حوصلہ صرف مروان جیسا شقی ہی کرسکتا تھا۔“

[انوار الباری شرح صحیح البخاری جلد:۱۷،ص:۱۹۲]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قاتل سے متعلق مذکورہ داستان اگر انوار الباری شرح صحیح البخاری جیسی مستند کتاب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بجنوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے ثقہ راویوں سے بیان نہ ہوتی تو ایک لمحہ کے لیے بھی اس پر یقین کرنا مشکل تھا۔حضرت شاہ صاحب نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں کے متعلق لکھا کہ وہ ”حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سن کر مدینہ طیبہ کو لوٹ گئے، مروان نے پیچھے سے جا کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا جس سے وہ شہید ہوگئے۔“

یہاں آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مطلقاً کوئی ذکر نہیں کیا جبکہ ان کا قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کا ایک سپاہی تھا، جس نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہو کر انعام کے لالچ میں اس قتل کا اعتراف کیا تھا جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے جہنم کی وعید سنائی۔رہی یہ بات کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سن کر واپس چلے گئے تھے لیکن اس حدیث کا ماخذ نہیں بتایا گیا دراصل اس حدیث کو نقل کرنے والے مشہور شیعہ امام حاکم ہیں۔اس حدیث کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جنگ کے دوران کہا کہ کیا تجھے وہ دن یاد نہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے یہ پوچھا کہ:

”اتحبه ،فقلت: ومايمنعني .قال: اماانک استخراج عليه وتقاتله وانت ظالم .قال: فرجع الزبير.“　[مستدرک جلد چہارم۔ص:۴۴۵]

کیا تم علی کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے کہا ہاں مجھے اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ایک دن تم اس کے خلاف خروج کرو گے اور اس سے قتال کرو گے اور تم اس وقت ظالم ہو گے۔ یہ سن کر زبیر واپس لوٹ گئے۔

امام ذہبی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''والعابد لایعرف والحدیث فیه نظر''

عابد مجہول ہے اور یہ حدیث محلِ نظر ہے۔ [حوالہ مذکور]

مولانا شاہ معین الدین لکھتے ہیں کہ:

''حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جاتے دیکھا تو ان کا ارادہ بھی متزلزل ہو گیا۔ مروان بن حکم کو معلوم ہوا تو انھوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ایسا تاک کر تیر مارا جو گھٹنے میں پیوست ہو گیا۔ یہ تیر زہر میں بجھا ہوا تھا زہر کے اثر سے ان کا کام تمام ہو گیا۔ اب میدان جنگ میں صرف ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے جاں نثار فرزند رہ گئے۔'' [سیر الصحابہ جلد اول ص ۲۷۳]

اس افسانہ سے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپاہی ابن جرموز کے ساتھ ''دوستانہ'' تعلقات استوار کیے ہوئے تھے۔ ابن جرموز نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اور حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو۔ جبکہ یہ واقعہ بھی جنگ کے اختتام پر رونما ہوا۔ سخت تعجب ہے کہ جس جنگ میں دونوں طرف سے تیرہ ہزار مسلمان قتل ہو گئے ہوں اور سینکڑوں زخمی بھی ہوں۔ اس گھمسان کی جنگ میں بھی حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے ''زہر آلود'' تیر بچا کر رکھا ہوا تھا جس سے انھوں نے اپنے قائد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق بھی تاریخ میں بہت سے افسانے پائے جاتے ہیں۔ ایک افسانہ تو یہ ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واپس جا رہے تھے کہ عمرو بن جرموز اور چند باغی لوگوں نے ان پر اچانک حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا۔ دوسرا افسانہ یہ ہے کہ ابن جرموز نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نیند کی حالت میں قتل کیا۔ تیسرا افسانہ یہ ہے کہ عمرو بن جرموز نے انھیں اس حالت میں شہید کیا کہ وہ نماز ادا فرما رہے تھے۔ **فیاللعجب.**

سوال یہ ہے کہ اگر فریقین کے مابین اتنی بڑی جنگ ہوئی تھی کہ جس میں مقتولین کی تعداد تیرہ ہزار تک پہنچ گئی۔ (یہ بھی ایک تاریخی مکذوبہ اور بے سروپا افسانہ ہے جسے سیف بن عمر جیسے کذاب راویوں نے مشہور کیا ہے حالانکہ مؤرخ خلیفہ بن خیاط نے دونوں طرف سے مقتولین کی تعداد مع فہرست ایک سو بتائی ہے ملاحظہ ہو: تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۸۷، ۱۹۰) جبکہ زخمیوں کی تعداد تو اس سے بھی کہیں زیادہ ہو گئی تو اس دوران یا جنگ کے ختم ہونے کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اتنی جلدی ایسا اطمینان کس طرح حاصل ہو گیا کہ وہ وادی السباع میں آ کر آرام کے ساتھ سو گئے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ ایسے نازک وقت میں جب اہل جمل کوشکست ہوگئی تھی تو آں محترم رضی اللہ عنہ اپنی نعشوں ،زخمیوں،فوج اور اپنی قائد ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر ان سے الگ کیسے ہو گئے تھے؟

یہ چیز تو فوجی اخلاق بلکہ عام اخلاق کے بھی خلاف ہے۔عشرہ مبشرہ کے افراد سے تو اس قسم کے کردار کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عین میدان جنگ ہی میں کیوں یاد آیا؟ اس سے پہلے کیوں یاد نہ آیا؟

اگر ناقدین کی متدل یہ حدیث ''صحیح'' تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فوج میدان میں اتارنے کی کیا ضرورت تھی؟ بغیر کسی جنگی اقدام کے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ابتدا ہی میں یا مذاکرات کے دوران یہ ارشاد کیوں نہ سنایا گیا؟ لیکن حیرت ہے کہ ان تمام مواقع پر یہ حدیث انھیں یاد نہ آئی۔اگر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر جنگ سے کنارہ کشی اختیار کی تھی اور اس جنگ کو وہ فی الواقع مذموم سمجھنے لگے تھے تو یہ مخالف کیمپ میں واپس کیوں آ گئے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کیمپ میں کیوں نہ آئے؟

یہ بات بھی بعید از فہم ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سن کر خود تو اپنے طور پر جنگ سے علیحدہ ہو گئے ہوں اور ان کی زیر قیادت جو فوج لڑ رہی تھی اس کو انھوں نے اس امر کی کوئی اطلاع نہیں دی حالانکہ جب ان پر یہ بات واضح ہوگئی تھی تو ان کا فرض تھا کہ وہ اپنے ماتحت لڑنے والوں کو بھی اس سے آگاہ کرتے ورنہ اس کے بغیر نہ خود ان کی جنگ سے علیحدگی وکنارہ کشی کوئی معنی رکھتی ہے اور نہ ہی وہ صرف اتنے سے عمل سے بری الذمہ قرار پا سکتے ہیں کیونکہ وہ ایک عام سپاہی کی حیثیت سے شریک جنگ نہیں تھے بلکہ درحقیقت فوج کے کمانڈر اور قائد تھے جنگی تاریخ کا شاید یہ انوکھا واقعہ ہے کہ کمانڈروں نے تو جنگ سے علیحدگی اختیار کر لی لیکن فوج بدستور برسر پیکار رہی اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ناقدین نے اسی سبائی ومکذوبہ روایت کو ''حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' سمجھ لیا۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رئیس المؤرخین علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون کا بیان کردہ ''قصہ'' بھی نذر قارئین کر دیا جائے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: ''اس کے بعد امیر المومنین نے زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کیا تم کو وہ دن یاد ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے فرمایا تھا کہ بے شک تم ایسے شخص سے لڑو گے جس پر تم ہی ظلم کرنے والے ہو گے؟ جواب دیا: ہاں مجھے یاد آ گیا اگر تم میری روانگی سے پیشتر مجھے اس بات کو یاد دلاتے تو میں ہرگز خروج نہ کرتا اور اب میں واللہ تم سے ہرگز نہ لڑوں گا۔

زبیر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا سوائے آج کے اس موقع کے ہمیشہ اپنا انجام کار جانتا تھا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا: تمہارا کیا قصد ہے؟ تم کیا چاہتے ہو؟ جواب دیا: میرا یہ قصد ہے کہ میں ان سب کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا جواب نہ دینے پائی تھیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بول اٹھے: ہاں جب دونوں کو صف آراء کرلیا اور ایک کو دوسرے کی عداوت پر ابھار دیا تو اب چلے جانے کا قصد کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے آپ ابن ابی طالب کے پھریروں سے ڈر گئے اور آپ نے یہ سمجھ لیا کہ اس کے اٹھانے والے جواں مرد جنگ جو ہیں اور اس کے نیچے چمکتی ہوئی تلواریں ہیں۔ اس سے آپ میں بزدلی آ گئی ہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے قسم کھالی ہے جواب دیا: اپنی قسم کا کفارہ دیں۔ اپنے غلام مکحول کو آزاد کردیں۔

[تاریخ ابن خلدون اردو حصہ اوّل ص ۴۹۷، ۴۹۸ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی]

یہ ملحوظ رہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا یہ مکالمہ اپنے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہو رہا ہے جو یکے از عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ اسی سے اس قصے کی لغویت ثابت ہو جاتی ہے معلوم نہیں کہ اس مکالمے میں حضرت مروان رضی اللہ عنہ کا نام کس طرح فراموش ہوگیا ہے؟

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے معتقدین کی ایک کثیر تعداد فوج میں شامل تھی پھر کیا وجہ ہے کہ وہ خود تو جنگ سے علیحدہ ہوگئے اور اپنے معتقدین کو اس سے روکنے کی کوئی تلقین نہ کی؟ یہ بات بھی ایک معمہ ہی ہے کہ جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک سپاہی ابن جرموز نے ان کے خون سے اپنے ہاتھ کیوں رنگین کیے؟ حالانکہ وہ ان کے ہم خیال ہوگئے تھے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی نہایت ہی قابل غور ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہزاروں معتقدین ان کی غیر جانب داری اور جنگ سے کنارہ کشی دیکھنے کے باوجود کیوں کر مصروف جنگ رہے؟ اور انھوں نے اپنے قائدین کی پیروی میں جنگ سے کیوں علیحدگی اختیار نہ کی؟

اگر جنگ صفین میں ''نیزوں'' پر قرآن کریم کے بلند کرنے سے لشکر علی رضی اللہ عنہ میں پھوٹ پڑ گئی تھی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ''کنارہ کشی'' کی وجہ سے اصحاب جمل میں پھوٹ کیوں نہ پڑی؟

ناقدین نے حضرت مروان رضی اللہ عنہ پر یہ الزام عائد کردیا کہ انھوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اس لیے شہید کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جاری رہے، لیکن رئیس المؤرخین ابن خلدون نے تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ جنگ جاری رکھنا چاہتے تھے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف مذکور

مکالمہ اور حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی طرف قتلِ طلحہ رضی اللہ عنہ نسبت دونوں کذب وافتراء ہیں۔ اس مکذوبہ قصہ کے برعکس مختلف صحیح روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ میدان جنگ سے کنارہ کش نہیں ہوئے بلکہ برابر لڑتے رہے۔ ایک موقع پر دن کے اوّل حصے میں کچھ لوگ پسپا ہوئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''انا الزبیر الی ایھا الناس'' میں زبیر رضی اللہ عنہ ہوں اے لوگو! میری طرف آؤ۔

[تاریخ طبری جلد چہارم ص ۲۰۶۔ تحت احوال ۳۶ھ بیان جنگ جمل]

صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ''یوم الجمل'' میں کھڑے ہوئے تو مجھے طلب فرمایا میں آکر ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تو انھوں نے فرمایا: ''یابنیّ انہ لایقتل الیوم الاظالم أومظلوم وانی لاأرانی الّاسأقتل الیوم مظلوم ماوان من اکبر ھمی لدینی...... قال عبداللہ فجعل یوصینی بَدینہ ویقول یا بنیّ ان عجزت عن شی منہ فاستعن علیہ مولای.قال: فواللّٰہ مادریت ماارادحتیٰ قلت:یاابت من مولاک ؟قال اللّٰہ . قال فواللّٰہ ماوقعت فی کربتہ من دینہ الّاقلت یامولی الزبیر اقض عنہ دَینہ فیقضیہ فقتل الزبیر''

[صحیح بخاری۔ کتاب فرض الخمس باب برکۃ المغازی فی مالہ حیاً ومیتاً مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وولاۃ الامر۔ رقم الحدیث ۳۱۲۹]

اے بیٹے آج کے دن قتل ہونے والے یا ظالم ہیں یا پھر مظلوم اور مجھے نظر آرہا ہے کہ میں مظلوم کی حیثیت سے مارا جاؤں گا اور مجھے سب سے بڑی فکر اپنے قرضہ کی لگی ہوئی ہے (یعنی میں مقروض ہوں)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر انھوں نے مجھے اپنا قرضہ جلد ادا کرنے کی وصیت کی اور کہا: اے بیٹے اگر تم کسی معاملے میں عاجز ہو جاؤ تو اس میں میرے مولیٰ سے امداد حاصل کرنا۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ اس جملہ سے ان کی کیا مراد تھی؟ لہٰذا میں نے پوچھا: ابا جان آپ کا مولیٰ کون ہے؟

جواب دیا: اللہ۔

عبداللہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم مجھ پر ان کا قرض ادا کرنے میں جب کوئی مشکل پیش آئی تو میں نے کہا: اے زبیر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ تو ہی ان کا قرض ادا کر دے تو اللہ نے ان کے ذمہ کا قرض ادا کر دیا۔ (یعنی اسباب فراہم کر دیے) پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس باب کا نام ہی یہ رکھا کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کے ہمراہ رہ کر جہاد

کرنے والے کے مال میں بحالت زیست ومرگ برکت ہونے کا بیان'' اور اس کے تحت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی جنگ جمل کے موقع پر مظلومانہ قتل سے پہلے قرض کی ادائیگی سے متعلق وصیت پر مشتمل یہ حدیث لائے ہیں۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مظلوم تھے اور وہ میدان جنگ میں ہی شہید ہوئے وہ آخر دم تک ثابت قدم رہے اور اپنے اقدام وموقف کو صحیح سمجھتے رہے جنگ سے کنارہ کشی کا قصہ بالکل غلط اور خلاف واقع ہے۔ انھوں نے میدان جنگ میں کھڑے ہو کر اپنے قرض کی ادائیگی کی وصیت کرتے ہوئے اپنے قتل ہونے کی پیش گوئی فرمائی جو بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

حدیث وتاریخ کی معتبر روایات سے یہی بات ثابت ہے البتہ جنگ روکنے کی کوشش جس طرح دوسرے اکابر فرما رہے تھے، اسی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی اس کوشش میں سرگرم رہے۔

ناقدین کا حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو یقینی طور پر ''قاتل طلحہ رضی اللہ عنہ، قاتل اصحاب، سفاکِ امت اور شقی'' قرار دینا درست نہیں، فیا اسفا۔ یہ ایک مسلّمہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے جنگ جمل میں (جو سبائیوں کی بھڑکائی ہوئی تھی) قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے مسئلہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج کے ساتھ تصادم کے نتیجے میں ایک ''تیر'' لگنے سے واقع ہوئی تھی مؤرخ طبری (م ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

''فوقف فی بعض الصفوف فجاء سهم غرب فوقع فی ركبته''

[تاریخ الطبری جلد ۵، ص: ۲۱۵۔ تحت حالات جمل ۳۶ھ]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ صفوں کے درمیان کھڑے تھے کہ ایک ''نامعلوم'' تیر ان کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا۔

اس سلسلہ میں اکثر مؤرخین نے دو طرح کی روایات ذکر کی ہیں۔ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو بعض روایات میں **بصیغہ تمریض ''یقال ، قیل، یزعمون، یقولون''** وغیرہ الفاظ کے ساتھ تیر انداز اور قاتل نامزد کیا گیا ہے جن کے ''قاتل'' کا کوئی اتہ پتہ نہیں ہے۔ اور جن روایات میں ''سند'' کے ساتھ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے نام کی تصریح پائی جاتی ہے تو ان راویوں کی سیرت وکردار سے آگاہ ہو جانے کے بعد کوئی منصف مزاج غیر مسلم جج بھی حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو ''قاتل'' قرار نہیں دے سکتا۔

ان روایات میں اگر ''مجہول'' راویوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو ''معروف'' راویوں میں ایک راوی عبدالسلام بن صالح ہیں۔ ان کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ کٹر شیعہ ہے۔ علامہ عقیلی فرماتے ہیں کہ یہ خبیث رافضی اور کذاب ہے۔ امام نسائی اور دار قطنی نے بھی اسے غیر ثقہ اور خبیث رافضی کہا ہے جو احادیث وضع کیا کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ:

''کلب للعلویة خیر من بنی امیه'' یعنی علوی حضرات کے کتے بھی بنوامیہ سے اچھے ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب تحت عبدالسلام بن صالح۔

اسی طرح طبقات ابن سعد کی دوسری روایت جو خلیفہ عبدالملک پر ختم ہوتی ہے تو اس میں دو راوی مجہول ہیں جن کا نام تک مذکور نہیں۔ ایک راوی ابو حباب کلبی ہیں جن کا اسم گرامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ اس کی روایت کو رد کر دیا جائے۔

ایک روایت جو قیس بن ابی حازم کے قول پر ختم ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں لگا تھا۔ روح بن عبادہ سے مروی دوسری روایت جو حضرت نافع پر ختم ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی زرہ ایک جگہ سے ٹوٹ گئی تھی جس سے جسم کا کچھ حصہ کھل گیا تھا تیر وہیں آ کر لگا اس کا مطلب یہ ہے کہ تیر پنڈلی یا گھٹنے میں نہیں لگا بلکہ جسم کے بالائی حصے میں لگا کیونکہ زرہ گھٹنے پر نہیں پہنی جاتی۔ مذکورہ روایات کا اختلاف اور اضطراب ہی حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قتل سے بریت کے لیے کافی ثبوت ہے۔ اس طرح کی موضوع مناکیر اور من گھڑت روایتیں یقیناً قابل رد اور مردود ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان راویوں میں کوئی راوی موقع کا گواہ نہیں ہے اور نہ ہی شرکائے جمل میں سے کسی نے یہ الزام حضرت مروان رضی اللہ عنہ پر لگایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مؤرخین یہ بھی وضاحت کر رہے ہیں کہ ''فجائه سهم غرب'' ایک نامعلوم تیر آ کر ان کو لگا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''اما طلحة فجائه فی المعرکة سهم غرب یقال رماه مروان بن الحکم فاللّٰه اعلم یقال انّ الذی رماه بهٰذاالسهم مروان بن الحکم......وقدقیل انّ الذی رماه غیره وهٰذا عندی اقرب وان کان الاول مشهورا. واللّٰه اعلم'' [البدایہ والنہایہ جلد: ۷، ص: ۲۴۱، ۲۴۷]

میدان جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا جس کا مارنے والا نامعلوم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تیر انداز مروان بن حکم تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے علاوہ کوئی اور تھا میرے نزدیک یہی قول صحت کے زیادہ قریب ہے اگرچہ مشہور پہلا قول ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

امام ابن کثیر یہاں دونوں اقوال میں موازنہ کر کے اپنی تحقیق یہ بتا رہے ہیں کہ میرے نزدیک صحت کے زیادہ قریب یہ قول ہے کہ تیر انداز حضرت مروان رضی اللہ عنہ نہیں تھے بلکہ کوئی اور شخص تھا۔

''یقال'' افواہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے موصوف نے ہر دو مرتبہ ''فاللہ اعلم'' لکھ کر اس ''افواہ'' کی بھی مزید

تضعیف کردی کہ حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اصل تیرانداز کون تھا؟

اس سے یہ بات معلوم ہوتی کہ امام ابن کثیر کے نزدیک تیراندازی اور قتل کی نسبت حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح نہیں ہے اگرچہ ''افوا'' کے طور پر پہلا قول ہی مشہور ہے۔

مشہور شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ:

''قتل یوم الجمل اتاہ سھم لایدری من رماہ واتھم بہ مروان''

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں قتل کیے گئے۔ انھیں ایک تیر آکر لگا کوئی نہیں جانتا کہ اسے کس نے پھینکا تھا اور مروان پر اس کی تہمت لگائی گئی ہے۔

[عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جزاء اول کتاب الایمان باب الذکوۃ من الاسلام]

علامہ عینی نے بھی حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی طرف قتل طلحہ رضی اللہ عنہ کی نسبت کو محض ایک تہمت قرار دیا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں کہ:

''لوگ کہتے ہیں کہ مروان نے طلحہ بن عبیداللہ کو تیر مارا تھا حالانکہ اسے علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور اسے کسی معتمد راوی نے روایت نہیں کیا ہے۔'' [العواصم من القواصم ص ۱۵۷]

علامہ محبّ الدین خطیب اس پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اخبار کی سب سے بڑی آفت ان کے راوی ہیں اور علوم اسلامیہ میں اس خبیث جھوٹ کی آفت کا علاج موجود ہے۔ ہر ایک خبر کے راوی سے اسلام مطالبہ کرتا ہے کہ اس خبر کا مصدر متعین کرو (کہ تم نے یہ خبر کہاں سے لی ہے) اور دنیا کی کوئی امت اخبار کے مصادر کے مطالبے میں مسلمانوں کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔ خصوصاً اہل سنت کا طبقہ۔ اور یہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور مروان رضی اللہ عنہ والا قصہ ایسا بے بنیاد ہے کہ اس کے بنانے والے کا کوئی پتہ نہیں کہ کون ہے اور کون نہیں اور جب تک یہ خبر معتبر آدمی معروف سند اور معتبر رُواۃ سے بیان نہ کرتے قاضی ابوبکر ابن العربی کا حق نہیں تھا کہ اس کو نقل کرتے صرف یہی جملہ کہنا چاہیے تھا کہ اسے علام الغیوب ہی جانتا ہے''

[العواصم من القواصم اردو ص: ۲۶۳، مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ گرجاکھ۔ گوجرانوالہ]

اس کے برعکس طبقات ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کا ایک سپاہی تھا۔

ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے

عمران آئے اور سلام عرض کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں ''مرحبا'' کہا تو وہ کہنے لگے: اے امیر المومنین ! آپ مجھے خوش آمدید کہتے ہیں ''وقد قتلت والدی و اخذت مالی'' حالانکہ آپ نے میرے والد (طلحہ رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا اور میرا مال بھی قبضہ میں لے لیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا: تمہارا مال بیت المال میں محفوظ ہے کل آ کر اپنا مال وصول کر لینا اور جہاں تک تمہارے اس قول کا تعلق ہے کہ تمہارے والد کو میں نے قتل کیا ہے تو مجھے امید ہے کہ تمہارے والد اور میں آخرت میں ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ''ونزعنا مافی صدورھم من غل اخواناً علی سرر متقابلین'' [الحجر ۴۷] مومنوں کے دلوں سے ہم کینہ کو دور کر دیں گے اور وہ بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے تخت نشین ہوں گے۔ [طبقات ابن سعد جلد ۳، ص: ۱۶۰۔ تحت طلحہ بن عبید]

اس روایت سے حسب ذیل امور کی نشاندہی ہوتی ہے:

۱۔ ربعی بن حراش حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس مجلس میں موجود تھے اور خود بغیر کسی واسطے کے اسے روایت کر رہے ہیں۔

۲۔ یہ مجلس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قائم ہوئی جس میں خود مقتول کے لڑکے اپنے والد کے قتل کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ان کی طرف کر رہے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قاتل کا تعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گروہ سے تھا۔

۳۔ اگر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت مروان رضی اللہ عنہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ نہایت ہی مناسب موقع تھا کہ وہ عمران بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو صاف صاف بتا دیتے کہ تمہارے والد کو خود تمہارے ہی گروہ کے ایک فرد ''مروان'' نے قتل کیا ہے اس کا الزام مجھ پر کیوں لگاتے ہو؟

۴۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا معاملہ کسی غار یا کسی ویران وادی میں پیش نہیں آیا تھا بلکہ طرفین کے ہزاروں آدمیوں کی موجودگی میں اور صف میں کھڑے ہونے کی حالت میں تازہ تازہ پیش آیا تھا جس کے فوراً بعد عمران بن طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین مذکورہ مکالمہ ہوا تھا۔ اگر مروان قاتل ہوتے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے وارث اور ولی الدم ضرور انھیں نامزد کرتے۔

جن روایات میں حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو قاتل قرار دیا گیا ہے تو اصول روایت کے اعتبار سے ان کا تجزیہ پیچھے گذر چکا ہے کہ وہ موضوع، لغو اور باطل ہیں جبکہ اصول درایت کے اعتبار سے بھی یہ روایات بوجوہ ناقابل قبول او

رمردود ہیں۔

اولاً: شرکائے جنگ میں سے کوئی بھی اس کہانی کو بیان نہیں کرتا۔ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں دشمنان بنی امیہ کی طرف سے یہ وضع کی گئی ہے۔

ثانیاً: جنگ جمل ۱۰ر جمادی الاولیٰ یا ۱۵ر جمادی الثانیہ ۳۶ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیر قیادت لڑی گئی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۷ر رمضان المبارک ۵۸ھ میں واقع ہوئی۔ کیا وجہ ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ان ۲۲ ر سالوں میں کبھی اس کا تذکرہ نہیں کیا جبکہ ناقدین کے بقول حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر دست درازی بھی کی تھی، سخت حیرت ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کبھی اس کا انکشاف نہیں کیا۔ اگر ام المومنین رضی اللہ عنہا حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل سمجھتیں تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو منع فرمادیتیں کہ قاتل طلحہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا گورنر نہ بنایا جائے۔

ثالثاً: اگر حضرت مروان رضی اللہ عنہ قاتل طلحہ رضی اللہ عنہ ہوتے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے صاحبِ تدبیر وسیاست، جلیل القدر صحابی، کاتبِ وحی، مدبر اسلام اور خلیفہ راشد روئے زمین کے مقدس ترین شہروں (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) پر انھیں والی اور حاکم وقاضی نہ بناتے۔

رابعاً: اگر حضرت مروان رضی اللہ عنہ قاتل طلحہ ہوتے تو مکہ ومدینہ کے شہری (صحابہ وتابعین) سراپا احتجاج ہوجاتے او ران کی امارت قبول نہ کرتے۔

خامساً: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مروان رضی اللہ عنہ دونوں کا موقف اور مشن ایک ہی تھا تو پھر وہ اپنے ہی قائد کے خون سے اپنے ہاتھ کیوں رنگین کرتے؟

سادساً: یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جو قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کی خاطر بے پناہ تکالیف برداشت کرتے ہوئے اس تحریک کو جاری رکھے ہوئے تھے بھلا حضرت مروان رضی اللہ عنہ جیسا مدبر اور ماہر سیاست اپنے چچازاد بھائی اور خسر کے قصاص کی خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالنے والے شخص کو کیوں قتل کرتا؟

سابعاً: جس وجہ سے حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو قتل طلحہ میں ملوث کیا جاتا ہے وہی سرے سے لغو، باطل اور غلط ہے یعنی مروان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ کو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ میں سے سمجھتے تھے جبکہ قتل عثمان میں کوئی صحابی ملوث نہیں تھے۔ اگر یہی بات تھی تو پھر وہ جنگ جمل کے وقوع کا انتظار کیوں کرتے رہے؟ یہ کام تو بصرہ پہنچنے سے پہلے راستے میں ہی کہیں انجام پاسکتا تھا۔

ثامناً: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے معتقدین کی ایک کثیر تعداد ان کے ہمراہ تھی۔ ان کی موجودگی میں اس طرح کی کارروائی کا سرے سے کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ بصورت دیگر قاتل کو کہیں بھی پناہ نہ ملتی۔

تاسعاً: اگر حضرت مروان رضی اللہ عنہ قاتل طلحہ ہوتے تو جب وہ جنگ جمل میں گرفتار ہوگئے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کی رہائی کی سفارش نہ کرتے اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے محاسن بیان کر کے ان کی رہائی کے احکام صادر کرتے۔ اگر حضرت مروان رضی اللہ عنہ ناقدین کے بقول فتنہ پرداز سفاکِ امت، خون ریزیوں، شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا باعث، سازشی، گورنر مصر کے نام خط میں ''فاقبلوہ'' کو ''فاقتلوہ'' میں تبدیل کرنے والے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو ان کے ''بدبختانہ اعمال'' کی سزا دینے کا یہ بہترین موقع تھا مگر انھوں نے انہیں رہا کر دیا۔

عاشراً: اگر حضرت مروان رضی اللہ عنہ قتل طلحہ رضی اللہ عنہ میں ملوث ہوتے تو امام مالک، امام محمد، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ جیسے ائمہ حدیث وفقہ ان سے روایات قبول نہ کرتے۔ ''تلک عشرۃ کاملۃ''

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس مقدمہ میں ورثاء کی طرف سے نہ کوئی دعویٰ سامنے آیا نہ کوئی ایف آئی آر کاٹی گئی نہ کوئی شرعی قانونی واخلاقی شہادت پیش کی گئی اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد عادل و برحق نے قاتل کے متعلق اشارتاً وکنایتاً کبھی اظہار فرمایا۔ کیا اس نوعیت کے کسی مقدمہ میں اخلاف صدیوں بعد متعین اور یقینی طور پر کسی شخص کو مجرم قرار دے سکتے ہیں؟

کیا بغیر کسی شرعی ثبوت کے کسی شخص پر ''قتل'' جیسے الفاظ سے شہادت وگواہی کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے؟

کیا اللہ تعالیٰ نے بدگمانی کو گناہ، حرام اور معصیت قرار نہیں دیا؟

کیا محض بدگمانی کے اظہار سے کسی کے خلاف قتل کا جرم ثابت ہو جاتا ہے؟

کیا کسی شخص پر بلا ثبوت وبلا دلیل کسی معصیت کا الزام لگا دینا شرعاً فسق اور حرام نہیں ہے؟

کیا رافضیوں اور کذابوں کی بیان کردہ موضوع من گھڑت واہی اور مضطرب روایات کی بناء پر حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو متعین اور یقینی طور پر شقی بدبخت، قاتل اصحاب رضی اللہ عنہم اور قاتل طلحہ رضی اللہ عنہ قرار دینے والا خود معصیت اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہو جاتا؟

(جاری ہے)